کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کی بھی خبر ''مَوْجُوْدٌ'' محذوف ہے۔

ترجمہ:

وَقَالَ :اور کہا	لَھُمْ :ان سے
نَبِیُّھُمْ :ان کے نبی نے	اِنَّ :بے شک
اٰیَۃَ مُلْکِہٖ :اس کی بادشاہت کی نشانی ہے	اَنْ :کہ
یَّاْتِیَکُمُ :آئے گا تمہارے پاس	التَّابُوْتُ :تابوت
فِیْہِ :اس میں	سَکِیْنَۃٌ :اطمینان ہے
مِّنْ رَّبِّکُمْ :تمہارے رب (کی جانب) سے	وَبَقِیَّۃٌ :اور باقی ماندہ ہے
مِّمَّا :اس میں سے جو	تَرَکَ :چھوڑا
اٰلُ مُوْسٰی :موسیٰؑ کے پیروکاروں نے	وَاٰلُ ھٰرُوْنَ :اور ہارونؑ کے پیروکاروں نے
تَحْمِلُہُ :اٹھائے ہوئے ہوں گے اس کو	الْمَلٰٓئِکَۃُ :فرشتے
اِنَّ :بے شک	فِیْ ذٰلِکَ :اس میں
لَاٰیَۃً :ایک نشانی ہے	لَّکُمْ :تم لوگوں کے لیے
اِنْ :اگر	کُنْتُمْ :تم لوگ
مُّؤْمِنِیْنَ :ایمان لانے والے ہو	

نوٹ: ''سَکِیْنَۃٌ'' کا لفظ قرآن مجید میں چھ مقامات پر آیا ہے۔ وہ مقامات یہ ہیں: آیت زیر مطالعہ' التوبۃ: ۲۶۔۴۰ اور الفتح: ۴۔۱۸۔۲۶۔ ان مقامات کے مطالعہ سے مجموعی تأثر یہ ملتا ہے کہ یہ ایک خاص قلبی کیفیت ہے اور اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہے۔ کیونکہ ہر مقام پر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے''

(رواہ البخاری' عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

قرآن کا پیغام انسانیت کے نام

مولانا سید جلال الدین عمری

جماعت اسلامی ہند کی جانب سے ہندی ترجمۂ قرآن کے آڈیو کیسٹ اور سی ڈی کی رسم اجراء کی تقریب میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے سکالرز بھی شریک ہوئے۔ اس موقع پر مولانا سید جلال الدین عمری (صدر ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی' علی گڑھ) نے جو صدارتی خطاب فرمایا وہ ''تحقیقات اسلامی'' کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

قرآن حکیم ایک ایسی عظیم کتاب ہے جس میں آسمان کی رفعت اور سمندر کی گہرائی پائی جاتی ہے' جس کی جڑیں پاتال تک پہنچی ہوئی ہیں اور جس کی شاخیں فضائے عالم میں لہرا رہی ہیں' جس میں بجلی کی چمک' بادل کی کڑک اور آفتاب و ماہتاب کی تابانی ہے۔ یہ وہ نورِ حیات ہے جس سے ہر طرح کی ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں۔ اس کی تعریف وتوصیف میں جو کچھ بھی کہا جائے اور اس کی تعلیمات کی جتنی کچھ بھی توضیح کی جائے وہ اصل سے کم ہی ہوگی۔ اس کے بارے میں ہر تحقیق نئی تحقیق کا دروازہ کھولتی ہے۔ یہ گنجینۂ معارف ہے۔ یہ علم کی طلب پیدا کرتی اور اس کی پیاس بڑھاتی ہے۔

میں قرآن مجید کھولتا ہوں تو اس کی پہلی سورت (سورۃ الفاتحہ) سامنے آتی ہے۔ یہ سورت بتاتی ہے کہ اللہ کیا ہے' وہ کن صفات کا حامل اور کن خوبیوں کا مالک ہے! میرا اس سے کیا تعلق ہے' مجھے اس کے ساتھ کس طرح کا رویہ اختیار کرنا چاہیے! اس نے میری ہدایت کا کیا انتظام کیا ہے! کون لوگ ہیں جو اِس کے انعام واکرام کے مستحق ہوں گے اور کون ہیں جو راہِ راست سے بھٹک گئے اور کون اس کے غیظ وغضب کا نشانہ بنیں گے! یعنی اس کے پہلے ہی صفحہ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف ہو جاتا ہے۔ میں اسے جان بھی جاتا ہوں اور اس سے میرا تعلق بھی قائم ہو جاتا ہے۔ میرا مطالعہ بہت محدود ہے لیکن میں نے ایسی کوئی کتاب نہیں دیکھی جس

میں سات مختصر جملوں یا سات آیات میں یہ پوری بات کہی گئی ہو۔

اس کے بعد قرآن مجید کا دوسرا صفحہ یا اس کی دوسری سورت الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے‘ جسے آپ اس کا نام کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد کے الفاظ پوری شدت سے مجھے اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور مجھے رکنا اور سوچنا پڑتا ہے۔ اس کا آغاز ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ﴾ سے ہوا ہے‘ یعنی یہ کتاب جو تمہارے ہاتھ میں ہے‘ یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے‘ یہ کسی دوست کا خط نہیں ہے‘ یہ کوئی افسانہ اور ناول نہیں ہے‘ یہ کسی دانشور کی عقلی تگ و تاز اور کسی اسکالر کی تحقیق نہیں ہے‘ بلکہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ ان دو لفظوں میں اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے لیے تمہاری فطرت بے چین ہے‘ جو تمہارے ہر سوال کا جواب دیتی‘ تمہارے الجھے ہوئے مسائل حل کرتی اور تمہیں راہِ ہدایت دکھاتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا زمانۂ دراز سے چرچا ہو رہا تھا اور خدا کے پیغمبر جس کا حوالہ دیتے آ رہے تھے۔ یہ الفاظ پڑھتے ہی میرے دل و دماغ کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور ذرا سنجیدگی سے غور کرتا ہوں تو جسم پر رعشہ طاری ہونے لگتا ہے۔

وہ آگے کہتا ہے: ﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ کہ اس کے خدا کی کتاب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ جو لوگ اس کے اس دعویٰ کو تسلیم نہ کریں تو وہ چند ہی آیات کے بعد انہیں چیلنج کرتا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ خدا کی کتاب نہیں ہے‘ بلکہ محمد ﷺ کی داستان سراں ہے‘ وہ اپنے خیالات کو خدا کی طرف منسوب کر کے پیش کر رہے ہیں‘ تو تم بھی کوئی ایسی کتاب پیش کرو۔ تم اور تمہارے جھوٹے خدا سب مل کر ایسی کتاب دنیا کے سامنے لا سکتے ہو تو لے آؤ۔ قرآن شریف نے پہلے ہی پارہ کے شروع میں جو چیلنج دیا‘ اسے بار بار اس نے دہرایا ہے۔ اس نے کہا چونکہ یہ انسان کی کتاب نہیں ہے اس لیے کوئی انسان اس کا جواب فراہم نہیں کر سکتا۔ دنیا میں کسی بھی مصنف اور محقق نے اپنی تصنیف اور تحقیق کو اس چیلنج کے ساتھ پیش کرنے کی جرأت کی ہے اور نہ کر سکتا ہے کہ اس کی تحقیق لاجواب ہے‘ ایسی تحقیق کسی کے بس میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے بارے میں اس طرح کا چیلنج کرے۔ چنانچہ دنیا آج تک اس کا جواب فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ یہ اس کے من جانب اللہ ہونے کے بہت سے دلائل میں سے ایک زبردست دلیل ہے۔

اس سے آگے وہ کہتا ہے: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی اطاعت کا جذبہ ہو۔ وہ بعض

بنیادی باتوں کو مان کر اپنی زندگی سے اس کا ثبوت فراہم کرنے لگے تو قرآن پوری زندگی کے لیے راہِ ہدایت کھول دے گا اور انسان دن کی روشنی میں اپنا سفرِ حیات طے کر سکے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتابِ ہدایت ہے۔ اگر جذبۂ صادق مفقود ہے اور ہدایت کی طلب نہیں ہے تو آدمی اس پر ریسرچ کر سکتا ہے' تحقیق کر سکتا ہے لیکن اس کے ذریعہ راہِ ہدایت نہ پا سکے گا۔ وہ ایک ہی جملہ میں اتنی بڑی بات کہتا ہے اور فیصلہ چاہتا ہے کہ اے اللہ کی کتاب تم مان بھی رہے ہو یا نہیں' اس سے ہدایت کے طالب ہو یا نہیں؟ اگر اِس کا جواب اثبات میں ہے تو آؤ میں تمہیں تقویٰ اور خدا ترسی کی راہ دکھاؤں۔

دنیا میں جو شخص کسی انقلاب کا داعی اور رہنما ہوتا ہے وہ کسی خاص قوم اور طبقہ کو خطاب کرتا ہے اور انقلاب کے لیے اسے تیار کرتا ہے۔ وہ مزدوروں یا سرمایہ داروں کو خطاب کرے گا' اس کا خطاب اونچی ذات والوں سے ہوگا یا وہ نیچی ذات والوں کو مخاطب بنائے گا۔ ہندوستان' ایشیا' افریقہ' یورپ' امریکہ اور کسی بھی ملک کے باشندوں کو خطاب کرے گا۔ لیکن یہ وہ عظیم انقلابی کتاب ہے جو اپنے آغاز ہی میں سارے جہان کے انسانوں کو اپنا مخاطب بناتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کا پیغام دنیا بھر کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ یہ عرب کے لیے بھی ہے' عجم کے لیے بھی' ایران کے لیے بھی ہے ہندوستان کے لیے بھی' روم کے لیے بھی ہے یونان کے لیے بھی' امریکہ کے لیے بھی ہے افریقہ کے لیے بھی' یورپ کے لیے بھی ہے اور ایشیا کے لیے بھی۔ یہ ہر ملک کے ہر طبقے کے لیے اور ہر انسان کے لیے ہے۔ ذرا اس کے اِن الفاظ پر غور کیجیے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾﴾ (البقرۃ)

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے کے لوگوں کو بھی' اُمید ہے کہ تم خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ گے۔''

یہ اس حقیقت کا اعلان تھا کہ اگر یہ بات انسانوں کے ذہن میں بیٹھ جائے اور اسے وہ قبول کر لیں کہ سارے انسان ایک خدا کے بندے ہیں' اس خدا کے جس نے انہیں بھی پیدا کیا اور ان سے پہلے کے لوگوں کو بھی پیدا کیا' آدم سے لے کر آج تک جتنے بھی انسان پیدا ہوئے سب اس کی مخلوق اور وہ ان کا خالق ہے' اس بات کو مان کر اگر وہ اس کی عبادت اور فرماں برداری کی راہ اختیار کر لیں تو ان کی زندگی ضلالت اور گمراہی سے محفوظ ہو جائے گی'

ان کے اندر تقویٰ آ جائے گا' وہ نیکو کاروں کی زندگی گزار سکیں گے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ یہ کتنی بڑی حقیقت ہے جو قرآن نے بیان کی ہے!

قرآن کی عظمت کا ایک اور پہلو بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر قرآن اس دعویٰ کے ساتھ سامنے آتا کہ جو بات وہ کہتا ہے دنیا میں کسی نے نہیں کہی' اور جو تعلیمات وہ پیش کرتا ہے وہ کسی نے نہیں پیش کیں تو بھی بلاخوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں میں دو ایک نہیں' لاکھوں کروڑوں' اربوں کھربوں انسان کہنے لگتے کہ قرآن سچ کہتا ہے اور اس کے دعویٰ پر ایمان لے آتے' لیکن کمال ہے قرآن کا' وہ کہتا ہے یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں پہلے بھی کہی جاتی رہی ہیں۔ ان میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس کتاب کے پیش کرنے والے کوئی نئے رسول نہیں ہیں۔ جو پیغام ان کا ہے اسی پیغام کے ساتھ اور بھی پیغمبر آتے رہے ہیں۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ ؕ﴾

(الاحقاف:۹)

''(اے پیغمبرؐ!) آپ ان کو بتا دیں کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں' میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ (قیامت کے روز) کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا''۔

یہ بات ان الفاظ میں بھی کہی گئی ہے کہ:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾ (آل عمران:۱۴۴)

''محمد تو بس ایک رسول ہیں' ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں''۔

دنیا میں کتنے رسول آئے اور کہاں کس دَور میں آئے ہیں' اس کی تفصیل دشوار ہے' البتہ قرآن کہتا ہے کہ ہر قوم میں اللہ کے رسول آئے۔

﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝﴾ (فاطر)

''اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے اندر ڈر سنانے والا (یعنی رسول) نہ گزرا ہو۔''

قرآن مجید میں ان میں سے صرف چند رسولوں کا ذکر ہوا ہے' سب کا نہیں۔

﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ﴾

(المؤمن:۷۸)

''اُن میں سے ہم نے کچھ پیغمبروں کا حال آپ سے بیان کیا ہے اور کچھ وہ بھی ہیں

جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ہے۔''

قرآن پورے زور سے کہتا ہے کہ جو دین آج محمد ﷺ پیش فرما رہے ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان خدا کا بندہ ہے اور سب کو اسی کی بندگی کرنی چاہیے' کسی بھی شخص کے لیے' چاہے وہ کسی بھی حیثیت میں ہو' کوئی بھی منصب رکھتا ہو' مرد ہو یا عورت' اس کی کوئی بھی جنس ہو' اس سے سرتابی جائز نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے ان تمام نیک بندوں کی تعلیم رہی ہے جنہیں اس نے اپنے رسولوں کی حیثیت سے اپنی اپنی قوم میں مبعوث فرمایا۔ قرآن کا یہ تاریخی بیان اس قدر مبنی برحقیقت اور معقول ہے کہ کوئی بھی سمجھ دار انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا' اس لیے کہ اگر اس کائنات کا ایک خدا ہے اور اسی کی بندگی ہونی چاہیے تو یہی بات اس کے ہر پیغمبر نے لازماً کہی ہوگی۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری بات اس کی زبان سے نکل نہیں سکتی۔

اب آپ ایک سوال کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر سارے پیغمبروں کی ایک ہی تعلیم تھی اور سب ایک ہی بات کہتے رہے ہیں تو محمد ﷺ کی بعثت کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک سب نے ایک ہی بات کہی اور ایک ہی دین کی دعوت دی تو آخر محمد ﷺ کو رسول بنا کر کیوں بھیجا گیا؟ قرآن اس کا یہ جواب دیتا ہے اور بہت صراحت کے ساتھ دیتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی رسول آئے بے شک ان سب کا ایک ہی دین تھا اور ان کی تعلیمات بھی ایک ہی تھیں' لیکن وہ صحیح شکل میں محفوظ نہیں رہیں۔ قرآن کا یہ بیان ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی تردید کی کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید سے پہلے آسمانی کتابوں میں سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی گئی تھی جسے عہد نامۂ جدید (New Testament) کہا جاتا ہے۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی انجیل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے سنی گئی؟ کیا اس کے الفاظ وہی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ادا فرمائے تھے۔ آج تو خود عیسائی دنیا میں یہ بحث ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان کون سی تھی اور جس زبان میں انہوں نے خطاب کیا تھا وہ اب بھی کوئی زندہ زبان ہے؟ موجودہ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد مرتب ہوئی' اس لیے اس طرح کے سوالات کا قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بارہ تیرہ سو سال قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت پیش کی تھی۔ وہ بھی اپنے اصل الفاظ میں نہیں پائی جاتی۔ ان کے علاوہ دیگر آسمانی صحیفوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ محفوظ ہیں۔ لیکن قرآن کا

معاملہ یہ ہے کہ جس خدا نے یہ کتاب نازل کی اسی نے یہ وعدہ بھی فرمایا کہ یہ قیامت تک جوں کی توں محفوظ رہے گی۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر)

''ہم نے ہی یہ قرآن اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

یہ کتاب محمد ﷺ نے جس طرح پڑھی اور سنائی آپؐ کے ساتھیوں نے ایک لفظ کے فرق کے بغیر اسی طرح اسے پڑھا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی قرآن پڑھتا ہوں جو محمد ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا گیا۔ اس کے ساتھ یہ کتاب پوری کی پوری حفظ کی جاتی رہی۔ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہ پہلے تھی اور نہ آج ہے کہ اتنی ضخیم کتاب دو ایک افراد نہیں ہر دور میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو اور اسے بے تکلف از اوّل تا آخر وہ سنا سکتے ہوں۔ اس کا تھوڑا بہت حصہ تو ہر اس مسلمان کو جو نماز پڑھتا ہے' لازماً حفظ ہوتا ہے۔ یہ اہتمام شاید ہی کسی دوسری مذہبی کتاب کے ساتھ ہو!

اس کے ساتھ اوّل روز سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام ہوتا رہا ہے۔ قرآن مجید نہ صرف یاد کیا جاتا تھا بلکہ اسے تحریری طور پر محفوظ بھی کیا جاتا تھا۔ دورِ نبوت سے لے کر آج تک اس کے ہزاروں نہیں لاکھوں ایڈیشن چھپ رہے ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں چھپ رہے ہیں' ہندوستان میں چھپ رہے ہیں' پاکستان میں چھپ رہے ہیں' عرب دنیا میں چھپ رہے ہیں' امریکہ و یورپ میں چھپ رہے ہیں اور ہزاروں برس سے چھپ رہے ہیں۔ وہ نسخے بھی دریافت ہو چکے ہیں جو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں نے لکھے تھے' ان میں اور دنیا میں کہیں بھی چھپنے والے کسی بھی نسخہ میں ایک لفظ بلکہ ایک شوشہ کا فرق آپ نہیں پائیں گے۔ حجاز میں جو قرآن مجید چھپ رہا ہے وہی قرآن مجید نول کشور کے مکتبہ سے چھپتا ہے۔ دونوں میں ذرہ برابر فرق و اختلاف آپ نہیں دیکھیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اب کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں ہے' صرف وہ محفوظ ہے۔

قرآن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انسانوں کو جو راہِ ہدایت دکھائی تھی وہ زمانہ گزرنے کے ساتھ گم ہو گئی اور ان کی تعلیمات میں اس طرح تحریف ہو گئی کہ صحیح باتوں کے ساتھ غلط باتیں بھی ان میں در آئی ہیں' بلکہ زیادہ تر

غلط باتیں ان کی طرف منسوب ہوگئی ہیں۔ قرآن کا دنیا پر ایک بڑا احسان یہ ہے کہ ان میں جو صحیح باتیں تھیں انہیں اس نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور غلط باتوں کو خارج کر دیا ہے۔ بعض غلط باتوں کی نشاندہی اور ان کی تصحیح بھی کی۔ اس نے ہمیں بتایا کہ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت ملی تھی' حضرت نوحؑ کو اس نے ان ہدایات سے نوازا تھا' حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو یہ تعلیمات عطا کی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ دوسرے پیغمبروں کی یہ تعلیم تھی۔ اس کے خلاف جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے کیا رہا ہے اور اس کے پیغمبروں کی کیا تعلیم تھی تو اسے قرآن ہی سے معلوم کرنا ہوگا اور قرآن پر ایمان لانا ہوگا۔

قرآن مجید نے یہ بات بھی صراحت کے ساتھ کہی ہے کہ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے وہ اپنے اپنے دور کے لیے' اپنے اپنے زمانہ کے لیے آئے۔ اپنے وقت میں انہوں نے بہترین خدمات انجام دیں' اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا' اس کی بندگی اور اطاعت کی دعوت دی۔ کوئی پیغمبر عراق میں' کوئی شام میں' کوئی فلسطین میں اور کوئی حجاز میں آیا۔ اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اس کے پیغمبر ہندوستان' چین اور دنیا کے دوسرے ملکوں اور خطوں میں بھی آئے ہوں گے' لیکن یہ سب ایک محدود وقت کے لیے آئے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کا relevance ختم ہو گیا۔ اب ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی جس کی تعلیم عالمگیر ہو' قیامت تک کے لیے ہو' ہر ملک اور ہر خطہ کے انسانوں کے لیے ہو۔ اسی لیے محمد ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بنا کر بھیجا گیا) ہوں' وہ اللہ جس کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت حاصل ہے۔''

قرآن ایک طرف خدا کی طرف سے آئے ہوئے تمام پیغمبروں کو تسلیم کرتا' ان کی حقیقی تعلیمات کو پیش کرتا اور نوعِ انسانی پر ان کے احسانات کا ذکر کرتا ہے' ان سب پر ایمان کو وہ ضروری قرار دیتا ہے' ان میں سے کسی ایک کے انکار کو بھی کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ خدا کی آخری کتاب ہے' اس کے آنے کے بعد پہلی سب کتابیں منسوخ ہو گئیں' اس لیے اب اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قرآن مجید سے پہلے توریت اور انجیل موجود تھیں۔ ان کتابوں کو قرآن آسمانی کتاب مانتا اور ان کے ماننے والوں کو صراحت کے ساتھ اہل کتاب قرار دیتا ہے۔ دنیا کے بڑے علاقے پر ان کی حکومت بھی تھی۔ اس سب کے باوجود اس نے ان سے خطاب کر کے کہا:

﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾﴾ (المائدۃ)

''اے اہل کتاب !تمہارے پاس ہمارا رسول آ چکا ہے۔ وہ تمہارے لیے کتاب (توریت) میں سے ان بہت سی باتوں کو ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں کو نظر انداز بھی کر رہا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے۔ اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں پر جو اُس کی مرضی کی اتباع کریں' سلامتی کی راہیں کھولتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں صراطِ مستقیم دکھاتا ہے۔''

یہ جواب ہے اس بات کا کہ توریت اور انجیل کے ہوتے ہوئے قرآن کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کتابیں آج اپنی حقیقی شکل میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی بعض نمایاں تحریفات کی نشاندہی کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ان کو کتابِ محفوظ کا مقام حاصل نہیں ہے۔ انسانی ترمیمات نے اس چشمۂ صافی کو گدلا کر دیا ہے۔ اس لیے ہدایت و رہنمائی کے لیے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اب اللہ کی آخری کتاب آ چکی ہے جو پوری طرح محفوظ ہے۔ اب یہی واحد سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اُس شخص کو جو قومی اور مذہبی تعصبات سے بلند ہو کر صرف اس کی رضا کا طالب ہو' اس کتاب کے ذریعہ امن و سلامتی کی راہ دکھائے گا اور اسے ظلمتوں سے نکال کر نورِ ہدایت عطا کرے گا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سارے مذاہب ایک ہی راہ دکھاتے ہیں اور ایک ہی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں وہ مذاہب کی اخلاقی تعلیمات کا' جو تمام مذاہب میں مشترک ہیں' حوالہ دیتے ہیں۔ کوئی بھی مذہب جھوٹ' فریب' خیانت' بدعہدی' ظلم و ناانصافی کی تائید نہیں کرتا۔ کوئی مذہب یہ نہیں کہتا کہ جھوٹ بولنا' چوری کرنا اور کسی کا مال لوٹ لینا اچھا ہے۔ کسی نے دھوکہ فریب' خیانت اور بدعہدی کی تائید نہیں کی ہے۔ سب ہی کے

نزدیک کسی کی عزت وآبرو سے کھیلنا اور کسی بے گناہ کی جان لینا پاپ کا کام اور گناہ کا باعث ہے۔ ہر مذہب صداقت اور راست بازی' دیانت وامانت' عفت وعصمت اور جان و مال کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اخلاق کا درس مذہب کی تعلیم کا ایک لازمی حصہ رہا ہے۔ قرآن نے بھی ان اخلاقیات کی تعلیم دی ہے اور پرزور طریقے سے دی ہے' لیکن اس سے پہلے وہ خدا کے وجود' اس کی وحدانیت' وحی و رسالت اور آخرت پر ایمان کو ضروری قرار دیتا ہے۔ ان بنیادی حقائق کے انکار کے بعد آدمی اخلاق کا پابند ہو بھی جائے تو وہ اس کے نزدیک فلاح کا مستحق نہ ہوگا۔ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ان حقائق پر ایمان کے بعد ہی صحیح معنوں میں اخلاق پر عمل ہوسکتا ہے۔ ایک آدمی کبھی سچ اس لیے بولتا ہے کہ اس میں اپنا ذاتی فائدہ دیکھتا ہے۔ کبھی فوری فائدہ کی جگہ مستقبل کا فائدہ اسے نظر آتا ہے' وہ سوچتا ہے کہ اگر اس وقت میں سچ بولوں تو تھوڑا سا نقصان برداشت کرنا ہوگا' لیکن آئندہ بڑے فائدے کی توقع ہے۔ کبھی اس لیے سچ بولتا ہے کہ اس میں اس کا کوئی ذاتی فائدہ تو نہیں ہوتا لیکن اس کے گھر والوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس سے اوپر اٹھ کر کبھی وہ قوم کے فائدے کے لیے صداقت کا اظہار کرتا اور اس کے لیے نقصان برداشت کرتا ہے' لیکن جہاں ان میں سے کوئی فائدہ پیش نظر نہ ہو تو اس کے لیے سچائی کا محرک باقی نہیں رہتا اور اس کے قدم ڈگمگانے لگتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر خدا اور رسول پر اس کا ایمان ہو اور وہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لیے لازم قرار دیتا ہو اور اس کے دل و دماغ میں یہ یقین جاگزیں ہو کہ ایک دن اسے اپنے عمل کا جواب دینا ہے تو وہ ہمیشہ اور ہر حال میں سچائی کا پابند رہے گا۔ نفع ہو یا نقصان کوئی چیز اسے راستی سے نہ ہٹا سکے گی۔

قرآن مجید کا ایک خاص پہلو جو آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے' وہ اس کا approach ہے۔ وہ جب قرآن پڑھتا ہے تو صاف دیکھتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے دلیل کے ساتھ کہتا ہے' بے دلیل کوئی بات نہیں کہتا۔ وہ مختلف مسائل میں اپنا موقف بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے خلاف اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرو۔ دلیل کا جواب دلیل سے ہونا چاہیے۔ بغیر دلیل کے اسے رد کردینا نامعقولیت ہے۔ چنانچہ وہ جگہ جگہ کہتا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرۃ)

''(اے پیغمبران سے) کہو کہ تم اگر (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔''

قوموں کی تاریخ میں بعض اوقات ان کی قدیم روایات (customs) بڑی اہمیت اختیار کرلیتی ہیں۔ وہ انہیں اپنی پہچان سمجھنے لگتی ہیں اور کسی قیمت پر اُن سے دست بردار ہونے

کے لیے تیار نہیں ہوتیں۔ کبھی کبھی تو ان روایات کو قانون کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے جس کی خلاف ورزی کی کوئی شخص ہمت نہیں کر پاتا ہے۔ مذہب کی روایات تو اس کے ماننے والوں کے نزدیک حق و صداقت کا اصل معیار بن جاتی ہیں۔ وہ ان میں کسی غلطی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ ہر چیز کو باپ دادا کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر حق و ناحق کا فیصلہ کرتے ہیں۔ قرآن نے کہا قومی اور مذہبی روایات الگ ہیں اور حق و صداقت ان سے بالکل الگ ہے۔ حق ہر چیز پر مقدم ہے۔ اگر یہ روایات حق کی میزان پر پوری اترتی ہیں تو وہ سر اور آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہیں' ورنہ انہیں ردّ کر دینا چاہیے۔ یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے کہ آدمی روایات کے پیچھے حق کو ٹھکرائے اور ضلالت و گمراہی میں بھٹکتا پھرے۔ اس نے مذہب کے روایت پرستوں کے بارے میں کہا:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (البقرۃ)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو (دین) نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس طریقے کی اتباع کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ (کیا یہ باپ دادا کی اتباع کریں گے) چاہے وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہِ ہدایت پر ہوں؟''

اہل عرب کے نزدیک بھی باپ دادا کے طریقوں کی اہمیت تھی۔ اسے وہ سراسر حق سمجھتے تھے۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ باپ دادا سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ قرآن نے پیغمبروں کے ساتھ ان کے اس جاہلانہ رویے کا ذکر کیا ہے' اس سے ان کے ذہن اور نفسیات کا پتا چلتا ہے۔

﴿قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَ كُمْ ؕ﴾ (الزُّخرف:٢٤)

''(پیغمبر نے) کہا اگر میں تمہارے پاس تمہارے باپ دادا کے طریقے سے بہتر طریقہ لے آؤں (تو کیا پھر بھی تم اس کا انکار کرو گے)؟''

مطلب یہ کہ میں تمہارے سامنے ایک بہتر اور معقول بات رکھ رہا ہوں۔ کیا تم اسے محض اس وجہ سے ردّ کر دو گے کہ وہ تمہارے قدیم طریقوں یا روایات کے خلاف ہے؟ لیکن ان روایات پرستوں نے ایک صحیح نظامِ فکر و عمل کو جو اپنی پشت پر دلیل و برہان کی قوت رکھتا تھا' رد کر دیا اور اپنی روایات پر جمے رہے۔ ان کا جواب تھا: